السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہندی ایک لڑکی ہے جس کی عمر تخمیناً تیرہ برس کی ہوگی۔ اس کے باپ ماں انتقال کرگئے اس کے دادا بھی نہیں ہیں اب اس لڑکی یتیمہ کا نکاح اس کی اجازت سے اس کے چچا نے اپنے دوسرے بھائی کے لڑکے کے ساتھ کردیا اوراس کے دوسرے چچا اور گھر کے سب لوگ راضی تھے صرف اس لڑکی کے نانا راضی نہیں ہیں پس یہ نکاح موافق شریعہ محمدیہ کے درست اور جائز ہوا یا نہیں؟ مدلل تحریر فرمادیں۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

سبحنک لاعلم لنا الاما علمتنا انک انت العلیم الحکیم بصورت صدق سوال اس ہندہ یتیمہ کا اس عمر میں فی الحقیقت بالغہ کا ہونا تصور کیا جاسکتا ہے اور اگر فی الحقیقت بالغہ نہیں ہے تو بھی شرعا حکم بالغہ اس پر صادق آتا ہے اوراس کی اجازت سے اس کے چچا ولی اقرب نے جوشادی کردی یہ شادی موافق شریعت محمدیہ علی صاح بہا الصلوة والتحیۃ کے درست معلوم ہوتی ہے۔ قال ااحمد واسحاق اذا بلغت الیتیمۃ تسع سنن فزوجت فرضعت فالنکاح جائز ولاخیار لہ ااذا ادرکت۔(ای بلغت از مؤلف) واحتجا بحدیث عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی بہا وہی بنت تسع سنین وقد قالت عائشۃ اذا بلغت الجاریۃ تسع سنین فہی امراۃ ہکذا فی عون المعبود شرح سنن ابی داود لشیخنا العلامۃ الفہامۃ ابی الطیب محمد شمس الحق عظیم آبادي دام فیضہ

اس عبارت بالاسے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اگر یتیمہ نابالغہ کا نکاح اس کے عدم رضا سے کردیا جائے بعد ازاں وہ یتیمیہ راضی ہوجائے تو وہ بھی نکاح جائز ہے چہ جائیکہ اس سوال میں اس ہندو یتیمہ کی رضامندی اوراجازت قبل عقد نکاح کے ثابت ہے پائی جاتی ہے اور ولی مذکور کے ماسوا دیگر اولیا کا موجود ہونا اوراس پر راضی رہنا یہ بات بھی ثابت ہے۔ اور حکم بالغہ کا س ہندہ پر جاری ہے۔ اوراغلب گمان یہ کہ حقیقت میں یہ ہندہ بالغہ ہے، پس باوجود ان وجوہات کے یہ نکاح کیوں کر درست نہ ہو، باقی رہی یہ بات کہ اس لڑکی کے نانا اورنانی راضی نہیں ہیں توان کے عدم رضا سے یہ نکاح نادرست نہیں ہوسکتا ہے۔ اولاجمہور علام ٕ کے نزدیک ذوی الارحام ولی نہیں ہے۔ اورنانا ذوی الارحام میں شامل ہے اورنانی اگرچہ زوی الارحام میں شامل نہیں ہے تاہم یہ عصبہ (یعنی ولی بھی نہیں ہے از مؤلف) بھی نہیں ہے۔ چنانچہ بلوغ المرام میں ہے: عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لاتزوج المرآۃ المراۃ ولاتزوج المراۃ نفسہا رواہ ابن ماجہ والدار قطنی ورجالہ ثقات۔ اوراس کی شرح سبل السلام میں ہے۔ فیہ دلیل علی ان امراۃ لیس لہا ولایۃ فی لانکاح لنفسہا ولالغیرہاؔ پس ان وجوں سے ان دونوں کے عدم رضا کا اثر اس نکاح پر نہیں پڑسکتا ہے۔ اور جن علماء کے نزدیک عصبات کے ماسوا ذوی الفرائض وذوی الارحام بھی ولی ہوسکتے ہیں توان کے نزدیک بھی عصبات مقدم ہیں ذوی الارحام وغیرہ پر اورنانی تو کسی حال میں ولی نہیں ہوسکتی ہے۔ کما مر الآن قال علی القاري الحنفي: الولی ہو العصبۃ علی ترتیبھم بشرط حریۃ وتکلیف ثم الام ثم ذوالرحم الاقرب ثم مولی المولات ثم القاضؒ ہکذا فی عون المعبودؔ

اس قول میں لفظ "ثم الام" کا اس سے ماں کا ولی ہونا بعد عصبات کے ثابت ہوتا ہے لیکن مسئول عنہما میں ماں کا عدم ہونا ثابت ہے۔ اس کے ماسوا اگر ماں زندہ بھی ہوتی ہے تو بھی ولی نہیں ہوسکتی تھی حدیث شریف کی رو سے: اذ آجاء نہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطل نہر معقل۔ خلاصہ ان سب عبارتوں کا یہ ہے کہ اس ہندہ کے چچا نے ہندہ کی جوشادی موافق شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے درست ہوئی اورنانانانی کے غیر رضا سے یہ شادی نہیں ہوسکتی ہے۔ ہذا عندي وفوق کل ذي علم علیم۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حررہ العبد المستکین محمد عین الدین غفرلہ اللہ المتین الی یوم الدین متیابرجی الکلکتاوي۔ من المدرسۃ الاسلامیہ الواقعہ فی جہال گنج من مضافات بگوڑا۔ مورخہ 24 جمادی الاخری 1326ھ

نکاح مذکور موافق شریعت محدیہ جائز ودرست ہے واللہ اعلم

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ مولانا شمس الحق عظیم آبادی

ص113

محدث فتویٰ